زندگی، نیند، بے ہوشی، موت

از

ابوشہریار

۲۰۲۰

www.islamic-belief.net



فہرست

پیش لفظ

اس کتاب میں مختصر ازندگی کی ابتداء، نیند، بے ہوشی و موت پر آیات قرانی کی روشنی میں بات کی گئی ہے۔ کتاب کا مقصد قرانی آیا کو یکجا کرنا ہے ۔ ہر انسان کو معلوم ہے زندگی کیا ہے، نیند کیا ہے۔ ہم میں سے بعض کبھی بے ہوش بھی ہوئے ہوں گے لیکن قرآن میں ان سب پر توفی کا لفظ وارد ہوا ہے جس کا مطلب جکڑ لینا، بھینچ لینا یا مٹھی میں لینا ہے عرف عام میں اس کو قبض کرنا کہا جاتا ہے —

اس کتاب میں روح اور الروح کے فرق کو واضح کیا گیا ہے

روح القدس یعنی جبریل کا ذکر ہے

توفی کے مختلف مدارج پر بات کی گئی ہے

ابو شہریار

۲۰۲۰

قرآن میں الروح اور روح کا ذکر

قرآن میں الروح کا ذکر امر نبوت کے لئے استعمال ہوا ہے – الروح کا لفظ جبریل امین کے لئے آیا ہے اور روح کا لفظ تمام بنی آدم کے نفس کے لئے بھی آیا ہے - یعنی روح ہر بنی آدم میں ہے لیکن ان میں بعض خاص افراد پر الروح نازل ہوتے ہیں

الروح امر الوحی کے طور پر

سورة النحل ۲ میں الروح کا ذکر ہے کہ یہ الوحی ہے

يُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوٓا اَنَّهٝ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ

وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو روح (یا امر) دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورة غافر ۱۵ میں الروح کا ذکر ہے کہ یہ الوحی ہے

رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ

وہ اونچے درجوں والا عرش کا مالک ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح اپنے حکم سے ڈالتا ہے تاکہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے۔

سورة الشوری ۵۲ میں الروح کا ذکر ہے کہ یہ الوحی ہے

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

ہم نے اپنے حکم سے ایک روح (امر رسالت) تمہاری طرف وحی کی ہے – تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اُس روح (اللہ کی الوحی) کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔

ان سب میں روح کو امر یا حکم یا الوحی کے مترادف بیان کیا گیا ہے۔

قرآن سورہ بنی اسرائیل میں روح کا لفظ امر الوحی کا ذکر کے طور پر بھی آیا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

اور یہ الروح پر سوال کرتے ہیں - کہو الروح میرے رب کے امر میں ہے اور تم لوگوں کو قلیل علم دیا گیا ہے۔

اس آیت میں امر الوحی کا ذکر ہے لہذا الروح کو الف لام لگا کر خاص کیا گیا ہے۔ یہ آیت انسانی روح سے متعلق نہیں ہے۔

الروح القدس – جبریل امین علیہ السلام

قرآن میں ایک اور مفہوم میں بھی روح کا لفظ ہے – یہ الروح اس سے الگ ہے جس کا ذکر الوحی کے حوالے سے قرآن میں ہے۔ تمام عالم فرشتوں سے بھرا ہے۔ ہمارے ساتھ کراما کاتبین ہیں اور جتنے

انسان ہیں اتنے ہی فرشتے یا اس زائد اس عالم ارضی میں ہوئے۔یہ سب اللہ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور آسمان پر چڑھتے اترتے ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ جس فرشتے کو اہمیت ہے وہ جبریل ہیں جو الوحی پر مقرر تھے یا کوئی ایسا خاص حکم ہو غیر نبی کو کیا جائے- اس لئے ان کو خاص کرنے کے لئے روح القدس کہا جاتا ہے۔

یہودی روح القدس کو روح -ہا- قدوس کہتے ہیں اور اس سے مراد کبھی اللہ تعالی اور کبھی الوحی کا آنا لیتے ہیں

Ruach Ha-Kodesh or *Ruac Haqodesh*

اس کے علاوہ توریت میں یاھوی کی روح کے زمین پر پھرتے رہنے کا بھی ذکر ہے جس کو روح یاھوی یا ایلوہم کہا جاتا ہے

Ruach Elohim

بھی کہا جاتا ہے جو اللہ تعالی ہی سمجھا جاتا ہے- یاھوی یا ایلوہم عبرانی میں اللہ تعالی کے مستعمل الفاظ ہیں جس کا متبادل عربی میں اللہ یا رب ہے – اس کا ترجمہ انگریزی میں اسپرٹ آف گاڈ سے کیا جاتا ہے - توریت کتاب پیدائش کی باب اول کی دوسری آیت ہے

The earth was formless and empty, and darkness covered the deep waters. And the Spirit of God was hovering over the surface of the waters.

ارض بلا صورت و ہیت خالی تھی اور ظلمت گہرے الماء پر چھائی ہوئی تھی

اور ایلوہم کی روح ، الماء کے اوپر معلق و متحرک تھی

زبور کتاب ۵۱ آیت ۱۱ میں روح القدس کا لفظ ہے کہ داود علیہ السلام دعا کرتے تھے

Cast me not away from your presence, and take not your Holy Spirit from me.

Psa. 51:11

اے رب ! اپنی جناب سے دور نہ کریے گا اور روح قدوس کو مت واپس لیں

قرآن میں واضح کیا گیا ہے یہ تصور و عقیدہ غلط ہے کہ اللہ تعالی کو روح کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو فرشتہ جبریل کا نام ہے -

روح القدس کو گریک یا یونانی زبان میں ناموس بھی کہا جاتا ہے۔ ناموس

(Nomos)

یونانی لفظ ہے جو نیک روح کا ترجمہ ہے اور عربی لغت مختار الصحاح کے مطابق عرب اہل کتاب اس کو روح القدس کے لئے بولتے ہیں اس سے مراد جبریل ہیں- اغاز الوحی والی روایت میں یہ یہ لفظ ورقه بن نوفل نے رسول اللّٰہ سے بولا تھا کہ تم پر ناموس آیا ہے - ۸۹ بار ناموس کا لفظ عہد نامہ جدید میں پاول کے خطوط میں آیا ہے -

اب قرآن کو دیکھتے ہیں اس میں بھی یہی مفہوم ہے کہ روح القدس فرشتہ ہے جو الوحی لاتا ہے اور قرآن کہتا ہے یہ جبریل ہیں- قرآن مین سورہ بقرہ میں اس کی وضاحت کی گئی

قل من كان عدوا لجبريل فإنه نزله على قلبك بإذن اللّٰه

کہو جو جبریل کا دشمن ہو (وہ سن لے)کہ یہ جبریل ہیں جو قلب محمد پر اس کو بحکم الٰہی نازل کر رہے ہیں

یعنی جبریل جب الوحی یا حکم لے کر جائیں تو اس وقت وہ روح القدس کہلاتے ہیں

سورۃ النحل ۱۰۲ میں ہے

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ

اِن سے کہو کہ اِسے تو روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے
تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں
سیدھی راہ بتائے اور اُنہیں فلاح و سعادت کی خوش خبری دے-

یہی الروح جبریل ہیں جو عیسیٰ پر بھی نازل ہوئے- سورۃ البقرۃ ۸۷ میں ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۖ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۗ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُـمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُـمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد بھی پے در پے رسول بھیجتے رہے، اور ہم نے
عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی، کیا جب تمہارے پاس
کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے، پھر ایک جماعت کو
تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین بھی کہا جاتا ہے - سورۃ الشعراء ۱۹۳ میں ہے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ

اس کو الروح الامین نے نازل کیا ہے

لیلہ القدر میں بھی جبریل کا حکم کے ساتھ نزول ہوتا ہے- سورۃ القدر میں ہے

تَنَزَّلُ الْمَلَآئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِـمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ

اس میں فرشتے اور الروح (جبریل) نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔

غیر نبی مریم علیہ السلام پر بھی فرشتہ آیا- سورۃ مریم میں ہے

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا

اور لوگوں کی طرف پردہ ڈال دیا تو ہم نے اپنی روح کو بھیجا جو ان کے سامنے ایک آدمی بن کر پیش ہوا

یہ فرشتہ بشر کی صورت حاضر ہوا - یہاں روح اللہ کا کلام نہیں ہے ورنہ یہ نصرانی عقیدہ ہو جائے گا کہ اللہ کا کلام عیسیٰ کی صورت بن گیا لہذا روح سے مراد فرشتہ ہے نہ کہ امر- اسی روح کے مسئلہ کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے نصرانی عقیدہ ہے کہ اللہ کا کلام (لوگوس) غیر مخلوق ہے وہ امر تھا جو روح القدس تھا مجسم ہوا اور روح بن کر مریم کے بطن میں اتر گیا اس بنا پر ان کا کفریہ عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ اللہ، باپ،بیٹا اور روح القدس ہیں-

سورہ البقرہ ۸۷ میں ہے کہ

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ

ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بینات دیں اور ان کی مدد روح القدس سے کی

اس طرح خبر دی گئی کہ عیسیٰ اور روح القدس ایک نہیں ہیں - صحیح مسلم میں ہے کہ روح القدس نے ایک صحابی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی آمد شعر میں مدد کی تاکہ مشرکوں کی هجو کا جواب دیا جا سکے

حدثنا عمرو الناقد وإسحق بن إبراهيم وابن أبي عمر كلهم عن سفيان قال عمرو حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سعيد عن أبي هريرة أن عمر مر بحسان وهو ينشد الشعر في المسجد فلحظ إليه

فقال قد كنت أنشد وفيه من هو خير منك ثم التفت إلى أبي هريرة فقال أنشدك اللّٰه أسمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول أجب عني اللهم أيده بروح القدس قال اللهم نعم

ابو ہریرہ نے ذکر کیا کہ عمر رضی اللّٰہ عنہ حسان بن ثابت پر سے گذرے جو مسجد میں (نعت النبی میں) شعر پڑھ رہے تھے ، پس عمر ان سے اس پر بات کرنے لگے – حسان نے کہا میں نے شعر پڑھا ہے (جب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم موجود تھے) اور وہ آپ سے بہتر تھے ، پھر حسان ، ابو ہریرہ کی طرف متوجہ ہوئے کہا آپ گواہی دیں کہ آپ نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو سنا کہ انہوں نے دعا کی کہ یا اللّٰہ اس (حسان) کی روح القدس سے مدد کر- ابو ہریرہ نے کہا ہاں ایسا ہے

لب لباب ہوا کہ روح کا لفظ تین مفاہیم میں آتا ہے

اول روح بطور انسانی روح

دوم بطور اللّٰہ کا امر جو انبیاء پر آیا

سوم روح بطور روح القدس جو جبریل علیہ السلام ہیں

تخلیق آدم و روح اول

اللہ تعالی نے تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل تمام انسانوں کی ارواح کو تخلیق کیا – اور اس وقت یہ ارواح تمام زندگی رکھتی تھیں – دوسری طرف مٹی تھی ، جس میں کوئی جان نہیں تھی، اس سے آدم کا پتلا بنایا جا رہا تھا – آدم ایک بے جان صورت خلق ہو رہے تھے – ابھی ان میں نہ تو زندگی تھی، نہ کوئی حرکت تھی، نہ دل دھڑکتا تھا، نہ سانس تھی (دیکھئے حواشی ۱) – پھر (بمطابق سورہ الحجر) اللہ تعالی نے فرشتوں کو حکم دیا

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ

جب میں اس (پتلے) کو متناسب کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تم سجدے میں گر جانا

پتلا یا جسد آدم بے جان حالت میں تھا اور ملائکہ اس لمحہ کا انتظار کر رہے تھے جب نسمہ یا روح آدم میں داخل ہو – جیسے ہی روح آدم میں داخل ہوئی آدم کا پتلا سانس لینے لگا وہ پتلا ایک متنفس بن گیا

اس سانس کو لینا تھا کہ تمام آسمان کے فرشتے آدم کے لئے سجدہ میں گر گئے

اس طرح تخلیق انسانی کا آغاز ہوا اب آدم میں جانے والی روح کو نفس بھی کہا جا سکتا تھا کیونکہ اس سے عمل تنفس جاری ہوا - روح کے اس طرح تین نام ابراہیمی ادیان میں ہیں

روح – نسمہ – نفس

روح کا لفظ مذکر ہے اور نسمہ کا لفظ مونث ہے - **نسمہ** یعنی جو ہوا کی مانند ہو - **نفس** یعنی جس سے سانس کا عمل جاری ہو

نفس اور روح ایک ہی چیز ہے – فرق صرف مذکر، مونث کا ہے- روح عربی میں مذکر ہے اور نفس مونث ہے- حدیث میں اس کے علاوہ ایک اور لفظ بھی آتا ہے جس کو نسمه کہا جاتا ہے- یه عربی میں مونث ہے – یه بھی روح کے لئے استعمال ہوتا ہے- تینوں اصلا عبرانی کے الفاظ ہیں - ایک نکته ہے که اللّٰہ تعالی نے کہا فرشتوں سے

فإذا سويته ونفخت فيه من روحي پس جب میں اس کو شکل دوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں

جسد میں جاتے ہی اس روح کو نفس بھی کہا جاتا ہے یه اضافی ہے کیونکه اب اس روح سے تنفس ہے یعنی جسد کا سانس لینا ممکن ہوا ہے - جیسے ہی روح نکلے گی تنفس ختم ہو جائے گا نفس کا لفظ مفہوم کھو دے گا- روح ہوا یا نسمه کی مانند شکل لے لے گی جس کو دیکھا نه جا سکے گا-

نسمه کا لفظ احادیث میں وارد ہوا ہے - انسانوں کی ارواح عالم بالا میں ابھی بھی ایک ساتھ ہیں حدیث میں ہے صحيح البخاري بَابٌ: الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ

الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

روحیں لشکروں کی طرح ہیں جہاں ایک دوسری کو پہچانتی ہیں جس سے التفات کریں اس سے ان کا (زمین پر) تعارف باقی رہتا ہے اور جس سے التفات نه کریں ان سے (زمین پر) دور ہو جاتی ہیں

اس طرح یہ اروح کا لشکر کوئی جامد لشکر نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے پر سے گزرتی ہیں اور معلوم ہوا کہ ان ارواح میں شعور ہے – اس کے برعکس جن جسموں میں یہ جاتی ہیں وہ بے شعور ہوتے ہیں اور روح نکلنے کی صورت اسی حالت پر لوٹ جاتے ہیں

اس لشکرارواح میں سے پیدا ہونے والی روحوں کو لیا جاتا ہے اور یہ اس لشکر سے مکمل جدا ہو کر سات آسمان نیچے زمین پر رحم مادر میں لے آئی جاتی ہیں

عہد الست کا ذکر

سورت الاعراف ۱۷۲ - ۱۷٤ میں ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِـمْ ذُرِّيَّتَـهُـمْ وَاَشْهَدَهُـمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِـمْۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پُشتوں سے ان کی نسلوں کو نکالا اور ان سے ان کی نفوس پر گواہ کر کے پوچھا : کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ، ہم گواہ ہیں، (یوں نہ ہو کہ) کہیں قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔

اَوْ تَقُوْلُوٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِـمْ ۖ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ

یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے، کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ وَلَعَلَّهُـمْ يَرْجِعُوْنَ

اور اسی طرح ہم کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ عہد الست میدان عرفات میں ہوا لیکن اس کی سند مجروح ہے

حدثنا حسين بن محمد حدثنا جَرير، يعني ابن حازم، عن كلثوم بن جَبْر عن سعيد بن جُبير – ٢٤٥٥
عن ابن عباس عن النبي -صلي الله عليه وسلم- قال: "أخذ الله الميثاقَ من ظهرآدم بنَعْمَان، يعني عرفة،
فأخرج من صلبه كل ذرية ذَرَأها، فنثرهم بين يديه كالذَّرّ، ثم كلمهم قبَلاً {أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى
شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ (١٧٢) أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (١٧٣)}.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میثاق لیا نعمان نامی جگہ پر یعنی میدان عرفات میں تو
آدم علیہ السلام کی پشت سے انکی تمام نسل کو نکالا اور آدم علیہ السلام کے آگے چیونٹیوں کی
مانند پھیلا دیا پھر ان سے کلام کیا الست بربکم قالوا

یہ روایت مضطرب ہے کیونکہ نعمان اور عرفات دو الگ مقام ہیں- سندا بھی ضعیف ہے اس میں
کلثوم بن جبر ہے اور نسائی نے اس کو غیر قوی کہا ہے اور اس کی خاص اس روایت کو غیر
محفوظ کہا گیا ہے

سند صحیح نہیں ہے پھر نعمان عرفات کی وادی بھی نہیں ہے یہ طائف کی وادی ہے

عرفات ایک میدان ہے مکہ کے جنوب مشرق میں اور وادي نعمان هو أحد أكبر أودية المملكة
العربية السعودية، يقع في الجهة الشمالية الشرقية لمكة المكرمة وادي نعمان مکہ کے شمال
مشرق میں ہے

روح ہر بنی آدم میں ہے

انسانی زندگی شروع ہوئی اور اب اولاد آدم کی باری تھی – آدم علیہ السلام کے جسم سے نطفہ
نکلا اور حوا علیہ السلام کے رحم میں گیا – وہاں یہ نطفہ بلا روح تھا – اس میں زندگی ایک

جرثومه والی تھی لیکن روح نہیں تھی- حدیث میں اس کی تفصیل ہے کہ رحم مادر میں ٦ ہفتوں میں (٤٢ دن بعد) منی کی آمد کے بعد دل دھڑکنا شروع ہوتا ہے – اس کو آٹھویں ہفتے سے سنا جا سکتا ہے

حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرمارہے تھے جب نطفے پر ٤٢ راتیں گزر جاتی ہیں تو اللّٰہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتاہے جو اس کی صورت، کان ،آنکھ کھال، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے پھر عرض کر تاہے اے رب یہ مرد ہے یا عورت ؟ پھر جو مرضی الٰہی ہوتی ہے وہ حکم ہوتا ہے – فرشتہ لکھ دیتاہے ،پھر عرض کرتاہے ، اے رب اس کی عمر کیاہے؟ چنانچہ اللّٰہ تعالیٰ جو چاہتاہے حکم فرماتا ہے اورفرشتہ وہ لکھ دیتا ہے پھر عرض کرتاہے کہ اے رب اس کی روزی کیا ہے ؟ پروردگار جو چاہتاہے وہ حکم فرما دیتا ہے اورفرشتہ لکھ دیتاہے – پھر فرشتہ وہ کتاب اپنے ہا تھ میں لے کر باہر نکلتاہے جس میں کسی بات کی نہ کمی ہوتی ہے اورنہ زیادتی " (صحیح مسلم باب القدر)

انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ یہ عرض کرتا رہتا ہے اے میرے (رب ابھی تک) یہ نطفہ (کے مرحلہ میں) ہے۔ اے میرے رب (اب)یہ علقہ (یعنی جمے ہوئے خون کے مرحلہ میں) ہے۔ اے میرے رب (اب) یہ مضغہ (یعنی گوشت کے لوتھڑے کے مرحلے میں) ہے۔ پھر جب اللّٰہ تعالیٰ اس کی خلقت کو پورا کرنے کا ارادہ (ظاہر) کرتے ہیں تو فرشتہ پوچھتا ہے اے میرے رب (اس کے متعلق کیا حکم ہے) یہ مردہو گا یا عورت، بدبخت ہو گا یا نیک بخت، اس کا رزق کتنا ہو گا اور اس کی عمر کتنی ہو گی۔ تو ماں کے پیٹ میں ہی وہ فرشتہ یہ سب باتیں ویسے ہی لکھ دیتا ہے۔ جیسا اسے حکم دیا جاتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ہر بچہ اپنا رزق اور عمر لے کر پیدا ہو تا ہے ۔

مضغه کی حالت (لغوی مفہوم چبایا ہوا مادہ) کے بعد ہی رحم مادر میں دل دھڑکتا ہے – گویا یہ اب ایک بت بن چکا ہوتا ہے جس میں روح اتی ہے – بیالیس دن بعد فرشتہ کا آنا اور اسی پر دل کی دھڑکن کا سنا جانا ایک بات ہے اس طرح حدیث اور سائنس ایک ہی بات کہتے ہیں

اس طرح اولاد آدم میں چلا آ رہا ہے کہ ٤٢ دن بعد روح اتی ہے سائنس کہتی ہے کہ انسانی دل پھر دھڑکتا ہے (دیکھئے حواشی ١)

روح انسانی جسم میں اب موت تک رہتی ہے اس سے نکل نہیں سکتی – اس کو نکالنا بھی فرشتوں کا عمل ہے جس طرح اس کو جسم میں ڈالنا فرشتوں کا عمل تھا

سورہ الشمس میں ہے

و نفس وما سواھا

قسم ہے نفس کی اور اس کی جس کو متناسب کیا

یہاں متناسب میں جسم کا لفظ محذوف ہے لیکن اس سے مراد روح کو تناسب دینا نہیں ہے کیونکہ روح کو نفخ کیا جاتا ہے یعنی پھونکا جاتا ہے

عیسی ابن مر یم کی روح کا آنا

قرآن میں روح کا لفظ نفس کے مترادف کے طور پر آیا ہے اور یہ معنی بہت مشہور ہے

فرشتہ مریم علیہ السلام کے پاس آیا ان کے سامنے ایک بشر کی صورت ظاہر ہوا مریم نے اللہ کی پناہ مانگی- فرشتے نے خبر دی کہ وہ اللہ کا فرشتہ ہے ان کو بیٹا دینے آیا ہے اور اس نے اللہ کے حکم سے روح عیسیٰ ان کے بطن میں پھونک دی

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

ہم نے اس میں اپنی روحوں میں سے ایک روح پھونک دی

سورة التحریم ۱۲ میں ہے

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ

اور مریم عمران کی بیٹی (کی مثال بیان کرتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی-

توفی کے مختلف درجات

نیند کی حالت

سورہ الزمر میں ہے

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنامِها فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرى إِلى أَجَلٍ مُسَمًّى

اللہ پورا قبضے میں لیتا ہے نفس کو موت کے وقت اور جو نہیں مرا اس کا نفس نیند کے وقت پس پکڑ کے رکھتا ہے اس نفس کو جس پر موت کا حکم لگاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو ایک وقت مقرر تک کے لئے

یہاں آیت میں یرسل کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بھیجنا یا چھوڑنا - بخاری کی آغاز وحی والی روایت کے الفاظ ہیں

فأخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم أرسلني فقال اقرأ قلت ما أنا بقارىء

پس اس (فرشتے) نے مجھے پکڑا اور بھینچا یہاں تک کہ میری بسا ط تک اور پھر چھوڑ دیا پھر کہا پڑھو میں نے کہا میں قاری نہیں

اسی طرح قرآن میں ہے

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا

آسمان کو تم پر برستا چھوڑ دے گا

توفی کا مطلب کھینچنا نہیں - کھینچنے کے لئے عربی میں سحب کا لفظ ہے - بعض حضرا ت نے اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ کا ترجمہ کیا ہے کہ اللہ روحوں کو کھینچ لیتا ہے اور اس طرح حالت نیند کے لئے بھی یہی ترجمہ کیا ہے جو سیاق و سباق کے نہ صرف خلاف ہے بلکہ اس سے قرآن کی دو موتوں والی آیت بھی متصادم ہے

عربی لغت المعجم الوسیط کے مطابق (أمسك) بالشَّيْء مسك وَعَن الطَّعَام وَنَحْوه كف عَنهُ وَامْتنع وَعَن الْإِنْفَاق اشْتَدَّ بخله وَالشَّيْء بِيَدِهِ قبض عَلَيْهِ بهَا وَالشَّيْء على نَفسه حَبسه أمسك کا لفظ کسی چیز کے ساتھ آئے تو مفہوم روکنا ہوتا ہے - اگر یہ لفظ کھانے کے ساتھ آئے تو مفہوم کھانا کھانے سے رکنا ہے اگر یہ لفظ انفاق کے ساتھ آئے تو مفہوم بخل ہوتا ہے اگر ہاتھ میں کسی چیز کے لئے آئے تو مفہوم قبض کرنا ہوتا ہے اور اس کو قید کرنا ہوتا ہے

قرآن میں توفی (جکڑ لینا) کا لفظ نیند پر بھی بولا گیا ہے کہ اس میں قبض نفس ہوتا ہے – ساتھ ہی ہم کو معلوم ہے کہ نیند میں انسان سانس لیتا ہے ، بڑبڑاتا ہے ، اس کو پسینہ بھی اتا ہے – زندہ ہوتا ہے یعنی یہ عمل قبض وہ نہیں ہے جو عمل قبض موت پر ہوتا ہے-

سورہ الانعام میں آیات ٦٠ تا ٦١ میں ہے

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ( ) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ

اور وہی تو ہے جو رات میں تم کو قبض کرتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ معین مدت پوری کردی جائے پھر تم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ تم کو تمہارے عمل جو کرتے ہو بتائے گا – اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے قبض کرلیتے ہیں اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے

آیات پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ نیند میں قبض نفس جسم میں ہی ہوتا ہے اور روح کو جسم سے الگ نہیں کیا جاتا – جبکہ موت کے عمل میں روح کو جسم سے الگ کیا جاتا ہے تاکہ اسی پتلے والی حالت پر لوٹایا جائے جو آدم کی تھی – اسی بنا پر موت کے بعد جسم مٹی ہو جاتا ہے اور نیند کے بعد ایسا نہیں ہوتا – نیند میں شعور رہتا ہے لیکن تحت شعور محدود ہو جاتا ہے – اسی شعور کی وجہ سے شور پر نیند والا بیدار ہو جاتا ہے

قرآن میں رفع عیسیٰ کا ذکر ہے

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تم کو قبض کروں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا

اللہ تعالی نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو قبضہ میں لیا گیا اس کو بلند کیا گیا – بعض مفسرین نے کہا کہ اس حالت میں ان پر تین ساعتوں کے لئے نیند طاری کی گئی

جو لوگ وفات عیسیٰ کے قائل ہیں انہوں نے اسی توفی کے لفظ کو موت کی طرف راجح کیا جو سراسر غلط ہے کیونکہ جیسا واضح کیا توفی کا مطلب محض پکڑنا ہے یا قبضہ یا مٹھی میں لینا ہے ، موت اس کا مجازی مطلب ہے اصل مطلب نہیں ہے

بعض احادیث میں راویوں نے روایت بالمعنی کی ہے جس کی وجہ سے قرآن کا سادہ مفہوم گنجلک ہو جاتا ہے –

ابو ہر یرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت

سنن ترمذی میں ضعیف سند سے وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي ، روح جسم میں لوٹا دی کے الفاظ ہیں

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ عَنْ فِرَاشِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ [ص:473] إِزَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ بَعْدُ، فَإِذَا اضْطَجَعَ فَلْيَقُلْ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ، فَإِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ، فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَلْيَقُلْ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي، وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي وَأَذِنَ لِي بِذِكْرِهِ " وَفِي البَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَعَائِشَةَ،: " وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الحَدِيثَ وَقَالَ: فَلْيَنْفُضْهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی تم میں سے اپنے بستر پر سے اٹھ جائے پھر لوٹ کر اس پر (لیٹنے، بیٹھنے) آئے تو اسے چاہیئے کہ اپنے ازار (تہبند، لنگی) کے (پلو) کو نے اور کنارے سے تین بار بستر کو جھاڑ دے، اس لیے کہ اسے کچھ پتہ نہیں کہ اس کے اٹھ کر جانے کے بعد وہاں کون سی چیز آ کر بیٹھی یا چھپی ہے، پھر جب لیٹے تو کہے: «باسمك ربي وضعت جنبي وبك أرفعه فإن أمسكت نفسي فارحمها وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين» ”اے میرے رب! میں تیرا نام لے کر (اپنے بستر پر) اپنے پہلو کو ڈال رہا ہوں یعنی

سونے جا رہا ہوں، اور تیرا ہی نام لے کر میں اسے اٹھاؤں گا بھی، پھر اگر تو میری جان کو (سونے ہی کی حالت میں) روک لیتا ہے (یعنی مجھے موت دے دیتا ہے) تو میری جان پر رحم فرما، اور اگر تو سونے دیتا ہے تو اس کی ویسی ہی حفاظت فرما جیسی کہ تو اپنے نیک و صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے“، پھر نیند سے بیدار ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ کہے: «الحمد لله الذي عافاني في جسدي ورد علي روحي وأذن لي بذكره» ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے بدن کو صحت مند رکھا، اور میری روح مجھ پر لوٹا دی اور مجھے اپنی یاد کی اجازت (اور توفیق) دی

اس متن کو بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَلْيَقُلْ: الحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي، وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي صرف اس سند سے معلوم ہیں- سندا یہ صرف ابْنِ عَجْلَانَ نے بولا ہے - امام مالک کا کہنا ہے ابْنِ عَجْلَانَ تو حکومت کا بیرو کریٹ تھا اس کو حدیث کا اتا پتا نہیں ہے

محمد بن عجلان مدلس ہے

أبي حاتم : انه كان يدلس ابی حاتم نے کہا یہ تدلیس کرتا ہے

ابن حبان نے وصفه ابن حبان بالتدليس - ابن عجلان کو تدلیس سے متصف کیا ہے

بحواله

تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس از ابن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)

جامع التحصيل في أحكام المراسيل از العلائي (المتوفى: 761هـ)

ترمذی کی سند : سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلاَنَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

نسائی عمل یوم و لیله کی سند : سُفْيَان عَن ابْن عجلَان عَن المَقْبُري عَن أبي هُرَيْرَة

سنن الکبری نسائی کی سند : سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اس متن کے ہر طرق میں عنعنه ہے لہذا ضعیف ہے

أَبِي قَتَادَةَ رضی الله عنه کی روایت

أَبِي قَتَادَةَ رضی اللّٰہ عنه سے مروی ہے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ

بے شک اللّٰہ تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے جب چاہتا ہے اور لوٹاتا ہے جب چاہتا ہے

(صحیح البخاری بَابُ الأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الوَقْتِ)

ابوقتادہ انصاری رضی اللّٰہ عنه کی ایک روایت میں یه الفاظ بھی ہیں

ولکن ارواحنا کانت بید اللّٰہ عزوجل فارسلها انی شاء

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب فی من نام عن صلاۃ او نسیها:۴۳۸)

اور لیکن ہماری روحیں اللّٰہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تھیں اور اس نے جب چاہا انہیں چھوڑ دیا۔

لوگ اس حدیث کا ترجمه کرتے وقت فارسلها کو بھیجنا کرتے ہیں تاکه پڑھنے والا سمجھے که ارواح کو نیند میں جسم سے نکال لیا گیا- حالانکه عربی میں ارسال کا مطلب چھوڑنا بھی ہے- یہاں رسل کا لفظ ہے جس کا مفہوم ہے بھیجنا یا چھوڑنا

بےہوشی کی حالت

بے ہوشی بھی نیند ہے لیکن گہری نیند ہے – انسان کا جسم ڈاکٹر اس حالت میں کاٹ بھی دے تو انسان کو خبر نہیں ہوتی – جسم اس عذاب کی کیفیت کو محسوس نہیں کر پاتا – اس دوران روح جسم میں ہی ہوتی ہے لیکن طبیب و ڈاکٹر کے عذاب کو محسوس نہیں کر پاتی

نیند اور بے ہوشی میں کیا فرق ہے ؟ اس میں صرف شعور کا فرق ہے – نیند میں یادداشت رہتی ہے انسان خواب دیکھتا ہے جس میں اس کو اپنے رشتہ دار و احباب یا وہ لوگ نظر اتے ہیں جن سے اس کو ملاقات ہو یعنی دماغ میں شعور ابھی مکمل ختم نہیں ہوا ہوتا – نیند میں دماغ کا ایک حصہ مکمل کام کرتا ہے اور خواب بنتا ہے

بے ہوشی میں اس کے برعکس درد کا احساس بھی ختم کر دیا جاتا ہے-بے ہوشی اس طرح گہری نیند ہے جس میں تحت شعور بھی محدود ہو اور شعور بھی- نیند ہو یا بے ہوشی ہو ان دونوں میں روح جسم میں ہی محدود کی جاتی ہے جس کو جکڑنا یا قبض کرنا قرآن میں کہا گیا ہے

قرآن میں موسی علیہ السلام کی بیہوشی کا ذکر ہے - سورہ الاعراف ١٤٣ میں ہے

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٝ رَبُّهٝ قَالَ رَبِّ اَرِنِىٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۚ قَالَ لَنْ تَـرَانِىْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٝ فَسَوْفَ تَـرَانِىْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٝ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٝ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور جب موسٰی ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں! فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسٰی بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کی کہ تیری ذات پاک ہے میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا یقین لانے والا ہوں

قرآن میں صعق کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بے ہوشی - سوره الزمر ٦٨ میں ہے

وَنُفِـخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّـٰهُ ۖ ثُـمَّ نُفِـخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُـمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائے گا جو کوئی آسمانوں اور جو کوئی زمین میں ہے مگر جسے اللہ چاہے، پھر وہ دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے

انسانوں نے بے ہوشی کے بھی درجات مقرر کیے ہیں

ایک محض غش کھا کر بے ہوش ہونا ہے یہ انگریزی میں

unconscious

کہلاتا ہے

دوسری کیفیت بے ہوشی کی ہے کہ انسان کو کیمکل دیا جائے مثلا

Anesthesia

دیا جائے – اس دوران درد و تکلیف ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی توفی کی کیفیت ہے

تیسرا درجہ کومہ کی کیفیت کا ہے جس میں انسان بلا کسی دوا کے بے ہوش رہتا ہے اور اس کا دورانیہ بہت لمبا ہو جاتا ہے جو کئی سالوں کا بھی ہو سکتا ہے

اس طرح بے ہوشی میں توفی کے بعد نیند کی کیفیت صعق میں بدل جاتی ہے یعنی روح کو جسم میں قیدی بنا دیا جاتا ہے – اس کا بیرونی انسانی دنیا سے رابطہ ختم کر دیا جاتا ہے

اس طرح صعق کے مراتب و درجات ہیں اور یہ محض نیند نہیں ہیں - صعق کا دور موت بھی نہیں ہے کیونکہ روح جسم سے نکلی ہی نہیں –

تقابل نیند و موت و فرقوں کے اقوال

	صحیح عقیدہ	فرقہ پرستوں کا عقیدہ جمہور
نیند	روح یا نفس جسد میں ہی قید رہتا ہے اس کو توفی یا قبض کرنا کہا گیا ہے یعنی پکڑنا یا قبضہ میں لینا اور نفس کے ارسال سے مراد نفس کو (واپس جسد میں ہی) چھوڑنا ہے نیند میں روح نہ تو عالم بالا میں جاتی ہے نہ ہی زندہ کی روح کی مردوں کی روح سے ملاقات ہوتی ہے	نیند میں روح کو جسم سے نکال لیا جاتا ہے – زندہ کی روح عالم بالا جاتی ہے جہاں روح کی ملاقات مردوں کو روح سے ہوتی ہے (ابن قیم فی کتاب الروح ، ابن تیمیہ فی الفتاوی) اس قول سے خواب کی تعبیر کا عقیدہ ان فرقوں نے گھڑا ہے -
موت	روح کا توفی یا قبض (یعنی پکڑ اور قبضہ میں) کیا جاتا ہے لیکن روح	سلفی و غیر مقلد علماء:

	یا نفس کو جسم سے نکال بھی لیا جاتا ہے- قرآن میں توفی کے ساتھ ساتھ اخراج بھی کہا گیا ہے – روح جسم سے مکمل الگ ہو جاتی ہے – قرآن میں امساک روح کا ذکر ہے کہ جس پر موت حکم لگتا ہے وہ مر جاتا ہے اور اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے یعنی اخراج کے بعد واپس جسد میں نہیں ڈالا جاتا	بد کاروں کی روحیں برھوت یمن میں ہیں (وہابی علماء، ابن تیمیہ) نیکوکاروں کی روحیں شام میں جابیہ میں ہیں (عبد الوہاب النجدی) – روح کا جسم سے شعاع جیسا تعلق رہتا ہے اور جسد میں آتی جاتی رہتی ہے (ابن قیم فی کتاب الروح ، ابن تیمیہ فی الفتاوی اور وہابی و اہل حدیث علماء قبل تقسیم ہند)
	روح دنیا میں واپس کسی صورت نہیں آتیں الا یہ کہ اللہ کا کوئی معجزہ ہو جن کا صدور ہو چکا اور قرآن میں اسکی خبر دے دی گئی	— روح جسد میں ایک دفعہ سوال جواب کے وقت آتی ہے اس کے بعد جنت و جہنم میں جاتی ہے (اہل حدیث پاکستان کا عقیدہ جدید سن ۲۰۰۰ ع کے بعد سے)
	روح اب روز محشر ہی اس دنیا میں یا زمین میں جسد میں ڈالی جائے گی	— عود روح ہونے پر مردہ زندہ ہو جاتا ہے

		قاضی ابو یعلی، شیخ) (الکل نذیر حسین، بدیع الدین راشدی — عود روح ہونے پر مردہ ، مردہ ہی ہے (ابن -عبد الهادی، اہل حدیث فرقه پاکستان) اس خود ساختہ قول سے حیات برزخی کا تصور نکالا گیا ہے تقلیدی علماء روح جسم میں عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے (ملا علی القاری فی مرقاۃ شرح مشکاۃ) عام لوگوں کی روحیں زمیں و آسمان کے درمیان ہیں (النسفی فی شرح العقائد)

		ارواح قبرستا نون میں (یعنی جسد میں) ہی رہتی ہیں (التمہید از ابن عبد البر اور بیشتر دیو بندی و بریلوی علماء) ان فرقوں کے نزدیک عود روح ہوتا ہے اور مردہ دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے سوائے معدودے چند کے یه ان کا متفقه جمہور کا عقیدہ ہے

موت پر روح کا جسم سے اخراج

قرآن میں ہے

حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لا يُفَرِّطُونَ

حتی کہ ان جب موت ان کو اتی ہے تو ان کو ہمارے فرشتے جکرتے ہیں اور وہ چوکتے نہیں ہیں

توفی کا مطلب قبضہ میں لینا جکڑنا، مضبوطی سے پکڑنا ہے – یہ لفظ مجازا موت پر بولا جاتا ہے کہ فلاں کی وفات ہو گئی یعنی موت آ گئی

سورہ الانعام میں ہے

کاش تم دیکھ سکو کہ جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: لاؤ نکالو اپنا نفس آج تمہیں ذلت کے عذاب کا صلہ دیا جائے گا اس لیے کہ تم اللہ کے ذمہ ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔

مزید فرمایا

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى

اللہ پورا قبضے میں لیتا ہے نفس کو موت کے وقت اور جو نہیں مرا اس کا نفس نیند کے وقت پس پکڑ کے رکھتا ہے اس نفس کو جس پر موت کا حکم لگاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو اک وقت مقرر تک کے لئے

اللہ اس روح کو پکڑے یا روکے رکھتا ہے جس پر موت کا حکم کرتا ہے یعنی اس کو اب جسم میں واپس نہیں چھوڑا جاتا - اسی بنا پر جسم گل سڑ جاتا ہے –

قبض کا عربی میں مطلب نہ نکالنا ہے نہ کھیچنا ہے بلکہ اس قبض کا متبادل لفظ انگریزی میں

Sieze

کرنا ہے اور اردو میں جکڑنا ہے

قرآن میں اللہ تعالی کہتا ہے

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ

بلا شبہ ہم جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں میں کم کرتی ہے اور ہمارے پاس محفوظ کتاب ہے

سنن ابن ماجہ میں ہے

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة ، حدثنا ابو معاوية ، عن الاعمش ، عن ابي صالح ، عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس شيء من الإنسان إلا يبلى، إلا عظما واحدا، وهو عجب الذنب، ومنه يركب الخلق يوم القيامة

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انسان کے جسم کی ہر چیز سڑ گل جاتی ہے، سوائے ایک ہڈی کے اور وہ عجب الذنب ہے اور اسی سے قیامت کے دن انسان کی پیدائش ہو گی

روح کی عالم بالا میں واپسی کا سفر

:موت کے بعد روح کو واپس جنت میں پہنچا دیا جاتا ہے - قرآن میں ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ اس پر وحی نہ اتری ہو اور جو کہے میں بھی ایسی چیز اتار سکتا ہوں جیسی کہ اللہ نے اتاری ہے، اور اگر تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھانے والے ہوں گے کہ اپنی جانوں کو نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب ملے گا اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے سے تکبر کرتے تھے۔

موت کی سختی کے وقت اخراج نفس کیا جا رہا ہے اور اسی کو روح کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا» – قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ – قَالَ: " وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ: " وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ – قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا، وَذَكَرَ لَعْنًا – وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ: خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ. قَالَ فَيُقَالُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ، عَلَى أَنْفِهِ، هَكَذَا

عبیداللہ بن عمر قواریری، حماد بن زید، بدیل ، عبداللہ بن شقیق ، ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے : کہ جب کسی مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو – ابوہریرہ (رض) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگالی تھی

اس طرح روح کافر کی ہو یا مومن کی آسمان یا عالم بالا میں چلی جاتی ہے – اس حالت میں مومن کی روح جنت میں ایک عظیم درخت پر قیامت تک رہتی ہے

المنتخب من مسند عبد بن حمید میں ہے کہ کعب بن مالک أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، کہ جب ان کی وفات کا وقت تھا اور مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مُبَشِّرٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَهُوَ شَاكٍ: اقْرَأْ عَلَى ابْنِي السَّلَامَ، تَعْنِي مُبَشِّرًا، فَقَالَ: يَغْفِرُ اللَّهُ لَكِ يَا أُمَّ مُبَشِّرٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُسْلِمِ طَيْرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُرْجِعَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " قَالَتْ: صَدَقْتَ، فَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ

أم بشر بنت البراء بن معرور آئیں اور کعب سے کہا میرے (فوت شدہ) بیٹے کو سلام کہیے گا (یعنی جنت جب ملاقات ہو) اس پر کعب نے کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم کی روح پرندہ ہے جنت کے درخت پر لٹکتی ہے یہاں تک کہ روز محشر اللہ اسکو اس کے جسد میں لوٹا دے ام مبشر نے کہا سچ کہا میں اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں

سنن ترمذی میں ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ [ص:139] مِنْ ثَلَاثٍ: الكَنْزِ، وَالغُلُولِ، وَالدَّيْنِ دَخَلَ الجَنَّةَ " هَكَذَا قَالَ سَعِيدٌ: الكَنْزُ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ فِي حَدِيثِهِ: الكِبْرُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مَعْدَانَ وَرِوَايَةُ سَعِيدٍ أَصَحُّ

ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس کی روح جسم سے الگ ہوئی اور وہ تین چیزوں سے بَرِيءٌ تھا خزانہ ، غنیمت میں خیانت، اور قرض سے تو وہ جنت میں داخل ہوا – ترمذی نے کہا سعید نے روایت میں خزانہ بولا ہے اور ... سعید کی سند سے روایت اصح ہے

الدر المنثور از السیوطی میں ہے

وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيّ إِنَّمَا هُوَ الْكَنْز بالنُّون وَالزَّاي

دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث کنز (خزانہ) کے لفظ سے ہے

فارق سے ہی اردو میں فراق کا لفظ نکلا ہے یعنی جدائی ہونا- اس کو اردو شاعری میں بہت استعمال کیا جاتا ہے

یہ روایت محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک صحیح ہے البتہ فرقوں کی جانب سے موت کے مفہوم پر اشکالات آتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ روح کی جسم سے مکمل فراق کے قائل نہیں ہیں – بعض کے نزدکک روح کا جسم سے تعلق باقی رہتا ہے جس کی تشریح ان کے نزدیک یہ ہے کہ روح جسم میں آتی جاتی رہتی ہے – بعض کہتے ہیں روح دفنانے کے بعد آ جاتی ہے – بعض اس کے قائل ہیں کہ روح چالیس دن میت کے پاس آتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے غسل و تکفین تک کا مشاہدہ کرتی ہے – بعض اس کے قائل ہیں کہ روح جنازہ قبرستان لے جائے جانے کے وقت جسم میں آ جاتی ہے – یہاں تک کہ امام ابن عبد البر کا قول ہے کہ ارواح قبرستان میں ہی رہتی ہیں

قرآن اس کے خلاف ہے جس میں صریحا امساک روح کا ذکر ہے یعنی روح کو روک لیا جاتا ہے – قرآن میں موجود ہے کہ جس پر موت کا حکم لگتا ہے اس کا امساک کیا جاتا ہے

الوسيط في تفسير القرآن المجيد از الواحدی میں ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْفَضْلِ، أنا عَبْدُ الْمُؤْمِنِ بْنُ خَلَفٍ، أنا أَبِي بْنُ خَلَفِ بْنِ طُفَيْلٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي طُفَيْلُ بْنُ زَيْدٍ، نا أَبُو عُمَيْرٍ، نا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَعَّابُ، نا نُعَيْمُ بْنُ عَمْرٍو، نا سُلَيْمَانُ بْنُ رَافِعٍ الْبَصْرِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ الرُّوحَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الإِنْسَانِ; مَاتَ الْجَسَدُ، وَصَارَ الرُّوحُ صُورَةً أُخْرَى، فَلا يُطِيقُ الْكَلامَ; لأَنَّ الْجَسَدَ جِرْمٌ، وَالرُّوحُ يُصَوِّتُ مِنْ جَوْفِهِ وَيَتَكَلَّمُ، فَإِذَا فَارَقَ الرُّوحُ الْجَسَدَ; صَارَ الْجَسَدُ صُفْرًا، وَصَارَ الرُّوحُ صُورَةً أُخْرَى، يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ، يَبْكُونَهُ، وَيُغَسِّلُونَهُ وَيَدْفِنُونَهُ، وَلا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَكَلَّمَ، كَمَا أَنَّ الرِّيحَ إِذَا دَخَلَ فِي مَكَانٍ ضَيِّقٍ سَمِعْتَ لَهُ دَوِيًّا، فَإِذَا خَرَجَ مِنْهُ لَمْ تَسْمَعْ لَهُ صَوْتًا، وَكَذَلِكَ الْمَزَامِيرُ، فَأَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِينَ يَنْظُرُونَ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَجِدُونَ

ابن عباس نے کہا جب روح جسم سے نکلتی ہے تو جسد مر جاتا ہے اور روح ایک دوسری صورت لے لیتی ہے پس یہ کلام نہیں کرتی کیونکہ جسم تو ایک مرکب سفینہ ہے اور روح اس کے پیٹ میں آواز پیدا کرتی ہے اور کلام کرتی ہے – پس جب یہ جسم سے الگ ہوتی ہے تو جسد پیلا پڑ جاتا ہے اور روح ایک دوسری صورت لے لیتی ہے ، لوگوں کو دیکھتی ہے کہ اس پر رو رہے ہیں ، اس کو غسل دے رہے ہیں ، اس کو دفن کر رہے ہیں ، روح سب دیکھ کر بول نہیں پاتی جیسے ہوا ہو کہ جب تنگ مکان میں جاتی ہے تو اس کی آواز آتی ہے لیکن جب نکل جاتی ہے تو آواز بھی ختم ہو جاتی ہے – اسی طرح بانسری ہے – پس ارواح مومنین جنت کو دیکھتی ہیں

اس کی سند میں مجھول راوی ہیں

مشرب تصوف والے قصے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ہاں مردہ غسل دینے والے کی انگلی پکڑ لیتا ہے

آج بھی تصوف کے مخالفین اس قسم کے قصوں کو مقلدوں کی گھڑنت کہتے ہیں اور ان قصوں کو مریدان کا اضافہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے-راقم کہتا ہے کہ ایسا ہونا ممکن بھی ہے – اس کو مغرب والے بھی جانتے ہیں اور انہوں نے اس کو لذارس ایفیکٹ

Lazarus effect

کا نام دیا ہے – انجیل کے مطابق لذارس ایک بنی اسرائیلی تھا جس کو قم باذللہ کہہ کر عیسیٰ علیہ السلام نے معجزہ دکھانے میں زندہ کیا تھا بعد میں جب مردوں میں حرکت کو سائنسدانوں نے نوٹ کیا تو اس کو لذارس ایفیکٹ کا نام دیا اور اس کی وجہ سے پٹھوں میں حرکت ہے جو انسانی جسم میں عناصر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے – مثلا ذبح کردہ جانور کا جسم آدھے گھنٹے تک گرم ہوتا ہے اور بعض اوقات جسم میں معمولی جنبش بھی پیدا ہو جاتی ہے – اسی نوع کی یہ چیز ہے

وہ مسلمان علماء جو سائنس سے نابلد ہیں ، وہ جب لذارس ایفیکٹ کو مردوں میں دیکھتے ہیں تو اس کی کوئی علمی توجیہ ان کے پاس نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس کو من جانب اللہ آیا کوئی معجزہ قراردیں – دوسری طرف انکار کرنے والے اس کو سفید جھوٹ کہتے آئے ہیں

متصوفین ہوں یا غیر متصوفین یہ سب قرآن میں وارد امساک روح یعنی روح کو روک کے جانے کا رد کرتے ہیں - مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا

غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، فَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ يُخَلَّى بِهِ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ»

دنیا مومن کا قید خانہ او رکافر کی بہشت ہے۔ جب مومن مرتاہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے

اس کی سند میں يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ کو ابن حبان اور عجلی نے ثقه قرار دیا ہے

كتاب كشف الخفاء ومزيل الإلباس از إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى: 1162هـ) میں روایت "الدنيا سجن المؤمن، وجنة الكافر کی بحث میں العجلوني لکھتے ہیں حدیث میں ہے

فإذا مات المؤمن تخلى سربه يسرح حيث شاء

جب مسلما ن مرتا ہے اُس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جہاں چاہے جائے۔ "

انہی الفاظ کا ذکر فتاوی رضویہ میں ہے

وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حين تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا ۱ [1]۔ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة لکافر فاذا مات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء

اور یہ روایت امام ابن مبارك کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشك دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو ا س کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتاا ور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔(اور روایت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ او رکافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتاہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

ابن قیم کتاب الروح میں خواب مین ارواح کی ملاقات والی روایات پر کہتے ہیں

فَفِي هَذَا الحَدِيث بَيَان سرعَة انْتِقَال أَرْوَاحهم من الْعَرْش إِلَى الثرى ثمَّ انتقالها من الثرى إِلَى مَكَانهَا وَلِهَذَا قَالَ مَالك وَغَيره من الْأَئِمَّة أَن الرّوح مُرْسلَة تذْهب حَيْثُ شَاءَت

ان احادیث میں ارواح کا عرش سے الثری تک جانے میں سرعت کا ذکر ہے پھر الثری سے اس روح کے مکان تک جانے کا ذکر ہے اور اسی وجہ سے امام مالک اور دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ چھوڑی جانے والے روح جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

شاہ ولی اللہ حجت اللہ البالغہ میں تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ارواح فرشتوں کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں اور ان پر بھی اللہ کا حکم نازل ہونے لگتا ہے جس کو ارواح سر انجام دیتی ہیں

کتاب فيض القدير شرح الجامع الصغير از المناوي القاهري (المتوفى: 1031هـ) کے مطابق

قوله (وصلوا علي وسلموا فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم) أي لا تتكلفوا المعاودة إلي فقد استغنيتم بالصلاة علي لأن النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملأ الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها أو بإخبار الملك لها وفيه سر يطلع عليه من يسر له.

اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو یعنی .. تم جو درود کہتے ہو مجھ پر تو بے شک نفوس قدسیہ (پاک جانیں) جب بدن کے عَلاقوں سے جدا ہوتی ہیں ، یہ ارواح بلند ہوتی ہیں اور عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا اور سب کچھ خود دیکھتی ہیں یا بادشاہت کی خبریں پاتی ہیں اور اس میں راز ہے جس کی اطلاع وہ پاتے ہیں جو کھوج کریں

اس طرح کے اقوال سے روح کا کہیں بھی آنا ثابت کیا جاتا ہے –

بعض متکلمین کا گمراہ نظریہ

بعض متکلمین نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ روح عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے - عود روح ہوا یا نہیں اس بحث کو چھوڑ کر انہوں نے خود ساختہ عقیدہ کو اپنانا جو قرآن کی آیات سے متصادم ہے-

متکلمین میں بھی اختلاف ہوا مثلا قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی کا قول ہے- المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك از القاضي محمد المعافري الاشبيلي المالكي (المتوفى: **543**هـ) کہتے ہیں

وبهذه المسألة تعلّق القاضي أبو بكر بن الطّيّب بأنّ الرُّوح عرض، فقال: والدّليل عليه أنّه لا ينفصل عن البَدَنِ إلّا بجُزْءٍ منه يقول به، وهذا الجزء المذكور في حديث أبي هريرة: "كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأكلُهُ الأَرْضُ، إلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ" الحديث، فدلّ بهذا أنّه ليس بمَعْدَمٍ، ولا في الوجود شيء يَفْنَى ; لأنّه إنّ كان فَنِيَ في حقّنا فهو في حقّه موجودٌ مرئيٌّ معلومٌ حقيقةً، وعلى هذا الحال يقع السُّؤال في القبر والجواب، ويعرض عليه المقعد بالغَدَاةِ والعشيِّ، ويعلّق من شَجَرِ الجنّة

اور اس مسئلہ میں قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی نے تعلق کیا ہے کہ روح عرض ہے پس کہا اس کی دلیل ہے کہ یہ بدن سے (مکمل) الگ نہیں ہوتی سوائے اس کے ایک جز کے جس سے یہ بولتا ہے اور یہ جز حدیث ابو ہریرہ میں مذکور ہے ہر بنی آدم کو زمین کھا جائے گی سوائے عجب الذنب کے پس یہ دلیل ہے کہ کہ روح معدوم نہیں ہے اورنہ اس کے وجود میں کوئی چیز فنا ہوئی کیونکہ .... اسی حالت پر سوال قبر اور جواب ہوتا ہے ہے صبح شام ٹھکانہ پیش ہوتا ہے اور یہ جنت کے درخت سے معلق ہے-

الکوراني نے وضاحت کی- الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري از أحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الكوراني المتوفى 893 هـ

وقد يقال: إنه يتعلق بالجزء الأصلي الذي بقي معه من أول العمر إلى آخره، وهو الذي يركب منه الجسم في النشاة الأولى. ومنه يركب في النشأة الأخرى. وفي رواية البخاري ومسلم: أن ذلك عجب الذنب-

اور بے شک یہ کہتے ہیں : روح ایک اصلی جز سے تعلق کرتی ہے جو باقی ہے اس کے ساتھ اول عمر سے آخر تک اور یہ وہ جز ہے جس پر جسم پہلی تخلیق سے چل رہا ہے اور اسی پر بعد میں اٹھے گا اور بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ بے شک یہ عجب الذنب ہے

اسی طرح مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح از ملا علي القاري (المتوفى: 1014هـ) لکھتے ہیں

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْجُزْءَ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ الرُّوحُ لَا يَبْلَى، لَا سِيَّمَا عَجَبُ الذَّنَبِ،

اور اس میں شک نہیں کہ ایک جز جس سے روح کا تعلق باقی رہتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا خاص طور پر عجب الذنب سے۔

روح کے عجب الذنب سے تعلق پر راقم کہتا ہے وفات النبی کے روز کسی صحابی کو یہ باطل فلسفہ نہیں سوجھا کہ کوئی عمر رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ اے عمر کیوں مسجد میں شور کرتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تو انکی عجب الذنب میں ہی رہ گئی فرشتے خالی ہاتھ لوٹ چکے ہیں لیکن ہم تک علم آ چکا کہ جو محمد کا پجاری تھا وہ جان لے کہ محمد کو موت آ چکی اور اللہ الحیی القیوم ہے-

سلیمان علیہ السلام کو موت آئی ان اقوال کو اگر قبول کر لیں تو ان کی روشنی میں سلیمان کی روح بھی عجب الذنب میں پھنس گئی فرشتے خالی ہاتھ لوٹ گئے -جنات لیکن صحیح عقیدہ رکھتے تھے کہ سلیمان کی روح اب جسد میں نہیں اور قرآن نے بھی انکی تائید کی کہ ہاں تم اگر غیب کو جانتے تو سمجھ لیتے کہ سلیمان وفات پا چکے- قرآن نص قطعی ہے اور حجت ہے اس کے مقابلے پر اخبار احاد کی غلط تاویل کر کے اپنے گمراہ نظریات کو تراشنا ایک غلط بات ہے۔

روح عرض ہے یا جوہر ہے ؟

دور معتزلہ میں فلاسفہ اور متکلمین ماہیت اجسام کی وضاحت کے لئے عرض یا جوہر کے الفاظ استعمال کرتے تھے - یہ اس دور کی سائنس و فلسفہ کی اصطلاحات ہیں

فلاسفہ کے تحت جوھر پانچ خصائص پر مشتمل ہوتا ہے ہیولا ، صورت ، جسم ، عقل، نفس

معتزلہ کے نزدیک اگر نفس نہ ہو تو بھی جوہر ہے مثلا حجر پتھر میں عقل ہے کہ اللہ کے خوف سے چٹخ جاتا ہے اور تسبیح رب تعالی بھی کرتا ہے اگرچہ اس میں روح یا نفس نہیں ہے

فلاسفہ کے تحت العرض وہ متحرک وجود ہے جو کسی جوہر میں آئے تو پتا چلے مثلا روح یا جن وغیرہ –

کرامیہ نے اللہ تعالی تک کو جوہر کہا (بحوالہ المحلی از ابن حزم)- معتزلہ میں أبي الحسين الصالحي نے کہا

الجوهر هو ما احتمل الأعراض وقد يجوز عنده أن يوجد الجوهر ولا يخلق الله فيه عرضا ، ولا يكون محلا للأعراض إلا أنه محتمل لها

جوہر وہ ہے جو عرضوں کو لے سکے - اور جائز ہے کہ جوہر ہو اور اللہ اس کے لئے عرض خلق نہ کرے – ایسا اعراض کے لئے ممکن نہیں ان کو اٹھانے والا کچھ ہوتا ہے

(بحوالہ موسوعة مصطلحات علم الكلام الإسلامي ، الدكتور سميح دغيم اور مقالات الإسلاميين)

بعض نے کہا

إن الجوهر هو الذي يوجد قائماً بذاته

الجوهر وہ ہے جو اپنی ذات میں کھڑا ہو سکے اور عرض وہ ہے جو کھڑا نہ ہو سکے

الجوهر بأنه المتحيز الجوهر آپس میں جڑا ہوتا ہے

جوہر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو مادہ ہوں اور آپس میں جڑ سکتی ہوں جس سے ان کی صفات کا علم ہو سکے اور عرض ایک غیر مرئی چیز ہے جو جڑی نہ ہو ایک ہو اور جوہر اس کو اٹھاتا ہو- اس تعریف کے تحت جسم ایک جوہر ہے اور روح عرض بنتی ہے کہ جسم روح کو اٹھاتا ہے

کتاب الروح میں ابن قیم نے اسی فلسفہ کو پھیلایا کہ روح عرض ہے - اس کی دلیل میں ضعیف روایات سے استنباط کیا گیا- ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

قَالَ شَيخنَا وَلَيْسَ هَذَا مثلا مطابقا فَإِن نفس الشَّمْس لَا تنزل من السَّمَاء والشعاع الَّذِي على الأَرْض لَيْسَ هُوَ الشَّمْس وَلَا صفتهَا بل هُوَ عرض حصل بِسَبَب الشَّمْس والجرم الْمُقَابل لَهَا وَالروح نَفسهَا تصعد

ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) کہتے ہیں روح کی مطابقت سورج کی طرح ہے کہ اس کی شعاع جو زمین پر آ رہی ہے وہ خود سورج نہیں ہے نہ اسی کی صفت ہے بلکہ روح عرض ہے .... اور روح خود چڑھتی ہے

قرآن میں ہے کہ روح خود ایک عالم سے دوسرے عالم میں نہیں جاتیں بلکہ اس کو فرشتے قبض کرتے ہیں وہ اس کو منقتل کرتے ہیں -

کتاب الروح میں ابن قیم اعتراف کرتے ہیں کہ روح کو عرض کہنا متکمین کا قول ہے

عرض من أَعْرَاض الْبدن وَهُوَ الْحَيَاة وَهَذَا قَول ابْن الباقلاني وَمن تبعه وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو الْهُذيْل العلاف النَّفس عرض من الْأَعْرَاض

روح عرضوں میں سے ایک عرض ہے -یہ قول ابن الباقلانی اور ان کی اتباع کرنے والوں کا ہے اور ایسا ہی ابو الهذيل العلاف المتوفی ۲۳۵ ھ (امام المعتزلہ) کا کہنا ہے

یعنی روح کو عرض کہنا سب سے پہلے معتزلہ نے شروع کیا -ایک دفعہ روح کو عرض مان لیا گیا تو پھر اس کو ایک جسم بھی کہا جانے لگا

ابن أبي العز كتاب شرح العقيدة الطحاوية میں روح کے لئے کہتے ہیں

إِنَّ النَّفْسَ عَرَضٌ مِنْ أَعْرَاضِ الْبَدَنِ، كَحَيَاتِهِ وَإِدْرَاكِهِ! وَقَوْلُهُمْ مُخَالِفٌ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

نفس بدن کے عرضوں میں سے ایک عرض ہے اسی حیات و ادراک جیسا ! یہ قول کتاب و سنت کے مخالف ہے

حافظ بن أحمد بن علي الحكمي (المتوفى : 1377هـ) کتاب معارج القبول بشرح سلم الوصول إلى علم الأصول میں لکھتے ہیں

أَنَّ مَذْهَبَ الْجَهْمِ فِي الرُّوحِ هُوَ مَذْهَبُ الْفَلَاسِفَةِ الْحَائِرِينَ, أَنَّ الرُّوحَ لَيْسَتْ شَيْئًا يَقُومُ بِنَفْسِهِ بَلْ عَرَضٌ وَالْعَرَضُ فِي اصْطِلَاحِهِمْ هُوَ مَا لَا يَسْتَقِلُّ وَلَا يَسْتَقِرُّ, فَمَنْزِلَةُ الرُّوحِ عِنْدَهُمْ مِنَ الْجَسَدِ

جهم کا مذهب روح میں پریشان خیال فَلَاسِفَةِ کا ہے کہ روح اپنے آپ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ عرض ہے اور عرض ان کی اصطلاح میں وہ جسم ہے جو غیر مستقل ہو اور ٹہرا نہ رہے پس روح کا مقام ان کے نزدیک جسد جیسا ہے

روح کو عرض کیوں کہا؟ اس کا جواب السفاريني الحنبلي (المتوفى: 1188هـ) کتاب لوامع الأنوار البهية میں کہتے ہیں

قَالَ الرُّوحُ عَرَضٌ كَسَائِرِ أَعْرَاضِ الْجِسْمِ، وَهَؤُلَاءِ عِنْدَهُمْ أَنَّ الْجِسْمَ إِذَا مَاتَ عُدِمَتْ رُوحُهُ فَلَا تُعَذَّبُ وَلَا تُنَعَّمُ وَإِنَّمَا يُعَذَّبُ وَيُنَعَّمُ الْجَسَدُ إِذَا شَاءَ اللَّهُ تَعْذِيبَهُ وَتَنْعِيمَهُ رَدَّ إِلَيْهِ الْحَيَاةَ فِي وَقْتٍ يُرِيدُ تَنْعِيمَهُ وَتَعْذِيبَهُ

کہا روح دوسرے جسموں کی طرح عرض ہے اور ان سب کے نزدیک جسم اگر مر جائے روح معدوم ہوتی ہے پس اس کو عذاب نہیں ہوتا نہ نعمت ملتی ہے بلکہ یہ سب جسد کو ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے اس کو عذاب اور نعمت دیتا ہے اس کو زندگی لوٹا دیتا ہے جب اس کو عذاب و نعمت ہوتی ہے

اس بحث میں کہ روح عرض ہے یا نہیں میں روح ایک عرض ہے کا فلسفہ ابن تیمیہ اور ابن قیم اور السفاريني الحنبلي نے قبول کر لیا جو آج تک چلا آ رہا ہے

حواشی

(۱) راقم کی اس تحریر پر ایک معترض نے کہا کہ زمین اللہ تعالی کا حکم مانتی ہے – اس کے پتھر خوف الہی سے گر جاتے ہیں یعنی مٹی میں شعور ہے اور معلوم ہوا کہ مٹی کو عذاب محسوس ہوتا ہے – اس کا مدعا تھا کہ جسد انسانی خاک ہو کر بھی عذاب پاتا ہے

راقم نے جوابا کہا کہ ہاں یہ اللہ نے خبر دی ہے کہ مٹی کو شعور ہے اور تمام عالم اس کو سجدہ کرتا ہے یہاں تک کہ کافر کے جسم کا سایہ بھی اللہ کو سجدہ کر رہا ہے لیکن کافر یہ نہیں کر رہا – اس طرح تمام عالم اللہ کا مطیع ہوا لیکن یہ قرآن و حدیث میں نہیں ہے کہ اس زمین کو اللہ کا عذاب محسوس ہوتا ہے جب اللہ کافر پر عذاب نازل کرے یا اس زمین کی کوکھ کو لاوا سے بھر کر وہ زمین کو عذاب نہیں دے رہا بلکہ زمین میں اس نے خاصیت رکھی ہے کہ وہ اس درجہ حدت کو برداشت کرتی ہے اس کو عذاب نہیں کہتی

معلوم ہوا کہ زمین اور اس کی مٹی، اس کے پتھر اللہ کے وجود کا شعور رکھتے ہیں لیکن عذاب محسوس نہیں کرتے

اسی طرح درخت ہیں یہ حدیث میں ہے کہ رو سکتا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس خطبہ نہ دیا یعنی درخت بھی شعور رکھتے ہیں – لیکن ہم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کاٹنے کا حکم دیا

(5) مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ

(مومنو) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے

اگر درخت عذاب کو محسوس کرتے تو رسول رحمہ للعالمین ان کو کاٹنے کا حکم نہ کرتے

اسی بنا پر نووی کا قول ہے کہ بلا روح عذاب ممکن نہیں اور انور شاہ کاشمیری کا قول ہے کہ عذاب جمادات کو نہیں ہوتا

(۲)

نوٹ صحیح بخاری کی ایک شاذ روایت میں ذکر ہے کہ رحم مادر میں ٤ ماہ بعد روح اتی ہے جو صحیح مسلم کی صحیح روایت سے متصادم ہے – یہ روایت ابن مسعود سے منسوب ہے جس کے مطابق ١٢٠ دن بعد یعنی ٤ ماہ بعد روح اتی ہے

حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ، قَالَ: " إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ "

تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں مکمل کی جاتی ہے۔ چالیس دن تک نطفہ رہتاہے پھراتنے ہی وقت تک منجمد خون کا لوتھڑارہتا ہے پھر اتنے ہی روز تک گوشت کا

لوتھڑا رہتاہے اس کے بعد اللّٰہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اوراس کی عمر لکھ دے اوریہ بھی لکھ دے کہ بدبخت ہے یا نیک بخت ،اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے .... (صحیح بخاری باب بدء الخلق ۔صحیح مسلم باب القدر)

اس روایت کو اگرچہ امام بخاری و مسلم نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند میں زید بن وھب کا تفرد ہے اور امام الفسوی کے مطابق اس کی روایات میں خلل ہے

طحاوی نے مشکل الاثار میں اس روایت پر بحث کی ہے اور پھر کہا

وَقَدْ وَجَدْنَا هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رِوَايَةِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ , عَنِ الْأَعْمَشِ , بِمَا يَدُلُّ أَنَّ هَذَا الْكَلَامَ مِنْ كَلَامِ ابْنِ مَسْعُودٍ , لَا مِنْ كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور ہم کو ملا ہے جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ , عَنِ الْأَعْمَشِ , سے کہ یہ کلام ابن مسعود ہے نہ کہ کلام نبوی

لیکن طحاوی نے کہا یہ بات ابن مسعود کو نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے بتائی ہو گی

راقم کہتا ہے اس کی جو سند صحیح کہی گئی ہے اس میں زید کا تفرد ہے جو مضبوط نہیں ہے